

## نظیر صدیقی کی انشائیہ نگاری

فیضان احمد

ریسرچ اسکالر شعبہ اردو

دہلی یونیورسٹی

**تلخیص:** رشید احمد صدیقی کے معاصرین میں نظیر صدیقی کا شمار بحیثیت انشائیہ نگار ہی نہیں بلکہ اردو ادب میں بطور ناقد بھی پہچانا جاتا ہے وہ اردو دنیا کے مایہ ناز نقاد، ادیب اور بالغ نظر تھے۔ انھوں نے بیس سے زائد کتابیں تصنیف و تالیف کیں۔ جن میں تنقیدی مضامین، شعری مجموعے، خاکے، انگریزی کی کتابیں ترجمے اور انشائیے شامل ہیں۔ وہ ایک اچھے انشائیہ نگاری کے صفت سے متصف تھے۔ ان کے انشائیوں کا مجموعہ ”شہرت کی خاطر“ میں شگفتگی اور طنز و مزاح کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ نظیر صدیقی انشائیہ کا انتخاب اس لیے کرتے ہیں تاکہ ذہنی و فکری خیالات موجزن ہوں وہ اپنی تخلیقی کاوشوں کے ذریعہ اپنی افسردگی، ناامیدی اور زندگی کی تلخ و شیریں نظریات کو ہر ممکن پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

**کلیدی الفاظ:** انشائیہ، بالغ نظر، مایہ ناز، ادیب، شگفتگی

انشائیہ عربی لفظ ہے جو انشاء سے مشتق ہے جس کے معنی عبارت لکھنا، طرز تحریر یا کوئی بات پیدا کرنا ہوتا ہے۔ یہ انگریزی لفظ Light Eassy یا Personal Eassy کے متبادل کے طور پر اردو میں رائج ہوا ہے۔

ایک اچھے انشائیہ نگار کی خوبیوں میں سے یہ ہے کہ اس کا مطالعہ و سجع النظر ہونا چاہیے تاکہ مشاہدے میں گہرائی اور گیرائی پیدا ہو۔ ان کی تحریروں میں سلاست اور روانی کی نا دیدہ جھلکیاں لفظی اور معنوی طور پر عیاں ہیں۔ وہ ہمیشہ عام موضوع کو لے کر الگ زاویہ نگاہ سے بدل کر اس کے اندر چھپے ہوئے ان دیکھے پہلوؤں کو شعوری طور پر روشناس کرائے۔ صرف ہنسی مذاق، دل بستگی، طنز و مزاح انشائیہ کی زینت نہیں بنیں بلکہ قاری کے لیے کوئی نیا پہلو، فرحت و انبساط کا سامان فراہم کیا، فن انشائیہ کی باریکوں کو خوش اسلوبی سے اپنی تخلیقات میں ظاہر کیا وہ بات کو بہت سلیقے سے پیش کرتے ہیں۔ نظیر صدیقی کی طبعی زندگی کی طرح انشائیوں میں انکی ادبی جاو دانی اردو زبان و ادب میں مختلف حوالوں سے زیر نظر ہیں۔ ان کے انشائیوں کا اسلوب نہایت خوبصورتی عمدگی اور سانچے میں ڈھلا ہوا نظر آتا ہے۔

نظیر صدیقی نے اپنے انشائیوں میں انسانی اور معاشرتی زندگی کے پیچ و خم کو پیش کیا ہے اور زندگی کے ہر مرحلے میں باہمی امداد و تعاون، صلاح و مشورہ کے ذریعے اپنی ضروریات کی تکمیل اور مسائل کو حل کرتے ہیں۔ یہی ارتباط، اختلاط اور امتزاج مضبوط و مستحکم معاشرتی زندگی کی بنیاد طرز بود و ماند ہے۔ انکے انشائیوں میں طنز کا عنصر نمایاں ہے۔ جس میں ان کے ذاتی تجربات شامل حال ہیں۔ وہ انشائیوں میں سادگی اور نفاست کے حوالے سے سماج کی کجروی پر باریک نگاہ ڈالتے ہیں جو عام زندگی کا ایک اہم جزو ہوتے ہیں وہ

انشائیوں میں جو کہتے ہیں کہ سماج ایک اہم کردار تمدنی، اُستواری، ثقافتی و تہذیبی کے ساتھ ادا کرتا ہے کہ وہ سماج میں دوسروں کے ساتھ غیر شعوری طور پر مل جل کر رہتا ہے یہ ایک بنیادی اور اُفتادہ ذہنی چیز ہے۔ جیسے اُن کے انشائے ”جہاں میں رہتا ہوں“ امتحان گاہ“ حمید یہ اسکول آف اردو پوسٹری ”وطن سے معذرت“ دوست اور دوستی“ وغیرہ ایسے انشائے ہیں جو سماج کے آئینہ دار ہیں۔“ جہاں میں رہتا ہوں“ اس انشائے سے یہ تحریر ملاحظہ ہو۔

”جہاں میں رہتا ہوں“ وہاں کچھ عرصہ پہلے بہت سی سڑکوں پر جنہیں اخلاقاً سڑکیں کہا جاتا تھا، یا گڈھے کھودے ہوئے تھے یا روڑے جمع تھے اُن گڈھوں اور روڑوں کو دیکھ کر تازہ وارد قسم کے لوگ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہاں کی حکومت پبلک کے راستے میں یا تو گڈھے کھودتی ہے یا روڑے اٹکاتی ہے۔ دراصل وہ گڈھے اور روڑے سڑکوں کی تعمیر کے لیے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ حکومت سڑکوں کی تعمیر کی طرف کافی توجہ دی رہی ہے لیکن محققین کا کہنا ہے کہ نئی سڑکیں روم جانے کے بجائے وزیروں کے دولت کدوں کی طرف چلی گئی ہیں یہی وجہ ہے کہ سواری پر شہر کے شاہراہوں سے گزرتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہم شاہراہوں سے نہیں بلکہ زندگی کے نشیب و فراز سے گزر رہے ہیں)۔“ شہرت کی خاطر ص (۔۔۲۸۴)

مندرجہ بالا اقتباس میں محاورے، ضرب المثل، تشبیہ اور مجاز مرسل کو بڑی خوش امتزاجی سے بیان کیا ہے۔ اگر آپ ان سب باتوں کو پیش نظر رکھ کر انشائیوں میں طبع رسا اور دست و گریباں سے پڑے ہو کر مطالعہ کریں تو آپ یقینی طور پر بلا واسطہ کہیں گے کہ انہوں نے اپنے انشائیوں میں ندرت خیال، فنی انشائیوں کی ادبی نزاکتوں کا پورا خیال برتا ہے۔ نظیر صدیقی کے انشائیوں کا موضوع ہمارے روز مرہ پیش آنے والے واقعات اور گرد و پیش کے معمولات زندگی سے ماخوذ نظر آتے ہیں جیسے ”شادی“ ”دوست اور دوستی“ ”خالی عہدے“ ”امتحان گاہ“ اور جہاں میں رہتا ہوں“ وغیرہ ایسے انشائے ہیں جو معاشرے کی اصلاح کے لیے انشائیوں کو ذریعہ موضوع بنایا گیا۔ جب میں نے ان کی شخصیت اور ذاتی کوائف کا مطالعہ کیا تو اس بات کا احساس ہوا کہ ناامیدی اور ادا سیوں نے اُن کا کبھی دامن نہیں چھوڑا، ہمہ وقت جزدی، وقتی لکچر مختلف کالجوں میں بنتے رہے۔ ہمیشہ ان کی زندگی کانٹوں بھری رہی۔ اسی لیے وہ اپنی زندگی کی ناہمواریوں سے بیزار نظر آتے ہیں۔ اپنی شاعری میں خدا سے شکایت تک کرتے ہیں کہ یہاں انسان کی قدر ہی نہیں ہے۔ جسے آپ نے اشرف المخلوقات کا درجہ دیا۔

اس کی وضاحت نظیر صدیقی نے ”کچھ اپنے فن کی تعریف میں“ اس طرح بیان کی ہے۔

”میری شاعری جس غم کی ترجمان ہے وہ بڑی حد تک شخصی اور داخلی ہے اس بنا پر میں کبھی کبھی اپنے بارے میں سوچا کرتا تھا کہ میں بالکل داخلیت پسند تو نہیں۔ لیکن جب سے میں نے انشائیہ لکھنا شروع کیا ہے مجھے محسوس ہونے لگا ہے کہ میں زندگی کے خارجی اور اجتماعی پہلوؤں میں بھی دلچسپی لینے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ میرے انشائے زندگی کے خارجی اور اجتماعی معاملات سے میری دلچسپی اور اُن کی طرف میرے رویے دونوں کا اظہار ہیں)۔“

ایک معمولی سا سادہ لفظ ”غم“ لیکن وسعتِ معنی اور مفہوم کی گہرائی میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس کی ترجمانی کرنا محال ہے۔ اپنے انشائے میں اس انداز سے پیش کرنا کہ آدمی احساسِ کمتری کا شکار ہے۔ جسکا ذہنی توازن منتشر ہے تو وہ اپنی تخلیق یا تحریروں میں درد و کرب کو اظہار کرے گا۔ انہوں نے اپنے انشائے میں ان سب باتوں کا ذکر بہت سلیقے اور نزاکت سے کیا ہے اور اسی ضررِ رسانی کو

انشائیے کے سانچے میں ڈھالا۔ اُن تمام پہلوئوں کو انشائیے میں شامل کیا جن سے انشائیے میں وزن پیدا ہو۔ مثال کے طور پر غزل شروع میں عشق و عاشقی تک محدود تھی بعد میں اس کے دائرے وسیع ہوتے گئے اور زندگی کے تمام شعبوں اور سماجی مسائل کو غزل میں کہی اور سنی جانے لگی اور لوگوں نے اُسے اپنا کسی قباحت، دل آزاری کے قبول بھی کیا اور آج موضوع سخن بن کر لوگوں سے داد و تحسین حاصل کر رہی ہے۔ اسی طرح سے آپ انشائیے میں آزادانہ طور پر بلا کسی رُکاوٹ اور جھجک کے موضوع کا انتخاب کر کے انشائیے تحریر کرنے شروع کر دیتے ہیں حالانکہ موضوع عام ہی کیوں نہ سمجھے جائیں۔ مثال کے طور پر سرسید احمد خاں نے ”بحث و تکرار“ کا پہلی۔ محمد حسین آزاد ”سچ اور جھوٹ کا رزم نامہ“۔ خواجہ حسن نظامی نے ”چمچھر“ دیا سلائی۔ رشید احمد صدیقی نے ”چارپائی“، وکیل صاحب۔ کنہیا لال کپور نے ”انکم ٹیکس والے“ غالب جدید شعراء کی مجلس میں۔ احمد جمال پاشا ”کپور کا فن“، موٹھی۔ ”پطرس بخاری۔“ ”لاہور کا جغرافیہ“ مشتاق احمد یوسفی ”گھر میں آنا مرغیوں کا“ جنون لطیفہ ”وزیر آغا“ بار ہواں کھلاڑی ”جمیل آزر ”ریلوے فلیٹ فارم“۔ کامل القادری ”الگنی“ مجتبیٰ حسین ”قصر پہلے درویش کا“ محمد اسد اللہ ”انڈا“ وغیرہ ایسے انشائیے ہیں جو بالکل نادر اچھوتے، کیف انگیز اور بشاشت سے پُر موضوعات پر لکھے گئے ہیں جن پر سوچنا محال سا لگ رہا تھا لیکن اولین اس قسم کے عنوانات زیرِ قلم آتے ہی خاصُ الخاص بن کر رہ گئے بلکہ اُن کو بہت پسند کیا گیا۔ صاحبِ قلم تراش نے ان موضوعات کا انتخاب کر کے اس انداز سے ترتیب، نظم و ضبط کے ساتھ ترتیب دیا کہ اس میں ایک نئی زندگی کے عکس کا عنصر پیش کیا گیا۔

”شہرت کی خاطر انشائیے“ ایسے کی تعریف میں ”لکھتے ہیں کہ

”اس کتاب کے مضامین ادب کی اُس صنف سے تعلق رکھتے ہیں جسے انگریزی میں ایسے Essay کہتے ہیں اور اردو میں ایسے Essay کے لیے کوئی ایسی اصطلاح نہیں ہے جسے سب لوگ متفقہ طور پر استعمال کرتے ہوں۔ ہماری زبان میں اس صنف کے لیے مختلف نام تجویز کئے جاتے رہے ہیں۔ مثلاً اکثر لوگ اُسے مزاحیہ اور طنزیہ مضمون کہتے رہے ہیں۔ بعض لوگوں نے اُسے انشائیہ لطیف کہا ہے کسی نے اس کا نام لطیف پارہ رکھا اور بعض نے انشائیہ۔ ذاتی طور پر میں انشائیہ کی اصطلاح کو دوسری اصطلاح پر ترجیح دیتا ہوں۔“

(شہرت کی خاطر ص ۲۴)

نظیر صدیقی نے اس عبارت کی وضاحت صاف لفظوں میں کر دی کہ دنیا میں کوئی فن ایسا نہیں جس کی جامع اور مانع تعریف بسا اوقات محال نظر آئے۔ اسی وجہ سے میں انشائیہ کی کوئی تعریف پیش کرنے کے لیے تیار نہیں اور کوئی ادیب اُسے مکمل انشائیہ نام تعین ہی ناکر سکا۔

بیکن نے بھی اس زمانے میں انشائیہ کو ایسی مختصر تحریر کہا ہے کہ جس میں بغیر کسی تجسس اور کھوج کے حقیقت کا اظہار ہو۔ مونتین نے تو یہ تک کہہ دیا تھا کہ انشائیہ نثر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے جس میں مصنف دنیا کے کسی موضوع کے باب میں اپنی ذات کا انکشاف کرتا ہے۔

اس طرح سے مغربی ادیبوں نے اپنے خیالات کا اظہار الگ الگ طریقے سے کیا تھا اور انگریزی ادب تک انشائیہ محدود تھا جب اردو داں طبقے نے انشائیہ پر طبع آزمائی کی تو ایک جہانِ معنی سا کھل کر سامنے آیا۔ ان کے انشائیے ان کے کسی ایک رُخ کو اجاگر ضرور کرتے ہیں اور اُن ادیبوں کے انشائیے میں طنز و مزاح، سادگی اور نفاست کا نمونہ دیکھنے کو ملتے ہیں جو انشائیہ کی جان ہو سکتی

ہے لیکن خیال بے ربط نہ ہوں اور سطحیت، غیر سنجیدہ رویہ کے درجے تک نہ پہنچتے ہوں۔ روبرٹ لنڈ کا انشائیہ۔ ”لبے آدمی۔“ سرسید احمد خاں کا انشائیہ ”امید کی خوشی۔“ محمد حسین آزاد ”شہرتِ عام اور بقائے دوام کا دربار۔“ پطرس بخاری ”کتے۔“ احمد جمال پاشا ”شامت اعمال“ وغیرہ ایسے انشائیہ نگار ہیں۔ انہوں نے اپنے انشائیے میں طنز و مزاح کا استعمال کیا ہے قاری نے بے حد پسند کیا اور کھل کر قصیدہ خوانی کی جس سے انشائیہ نگاروں کو تقویت ملی۔ وہی کام نظیر صدیقی نے شہرت کی خاطر انشائیے میں طنز و مزاح سے کام لیا ہے۔ موضوع کا انتخاب سیل رواں طریقے سے کیا ہے یہ الگ بات ہے کہ انشائیہ کی شعوری پہلو کم نمایاں ہیں۔ چند اختلافات کے سبب وزیر آغا، انور سدید، نظیر صدیقی کو انشائیے کے زمرے سے خارج کرنے پر بضد ہیں کیونکہ انشائیے میں بے ترتیبی کی وجہ ان کے ذہن میں مختلف طرح کی جولانیاں پائی جاتی ہیں۔

وزیر آغا نظیر صدیقی کے بارے میں درج ذیل رائے رکھتے ہیں:

”جب نظیر صدیقی کے انشائیوں کا مطالعہ کیا جائے جو اب ان کے مجموعہ ”شہرت کی خاطر“ میں یکجا ہو چکے ہیں۔ نظیر صدیقی اردو کے ایک ذہین اور بالغ نظر نقاد ہیں لیکن انشائیہ کے سلسلے میں خلوص مند محنت کے باوصف، ان کی صحیح نہیں ہو سکی۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے انشائیوں پر طنز و مزاح کا غلبہ اس قدر زیادہ ہے کہ انشائیہ کی رمتق دہ کر رہ گئی ہے۔“

وزیر آغا نے نظیر صدیقی کے مجموعہ ”شہرت کی خاطر“ کو پڑھ کر اپنی رائے کا کھرا اور سچا اظہار کیا، وہ رسمی نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی تھے۔ ادیبوں، دانشوروں اور شاعروں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا جو اپنے میدان میں انفرادیت اور ہمہ گیر شخصیت کے حامل تھے۔ اردو کے باقدرد، باصلاحیت، معتبر اور جامع اہل قلم تھے۔ ان میں جمیل جالبی، کنہیا لال کپور، جوش ملیح آبادی، مختار مسعود، اسلوب احمد انصاری، نیاز فتح پوری وغیرہ ایسے ادباء ہیں جنہوں نے نظیر صدیقی کے انشائیے کو پڑھ کر ان کی تحریروں کی شناخت اور قدر اور حوصلہ افزائی کی اور اسی پر اپنی رائے قائم کی۔ ان کے انشائیے میں چند نمایاں خصوصیات یہ ہیں۔

جمیل جالبی اپنے مضمون ”نظیر صدیقی ایک مختصر جائزہ“ میں لکھتے ہیں کہ

”نظیر صدیقی کے انشائیوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں طنز کا عنصر زیادہ ہے۔ اس کی وجہ وہ خود یہ بتاتے ہیں کہ میں جن حالات و حوادث سے گزرتا رہتا ہوں۔ ان کے اثر سے میری زندگی بڑی حد تک غم و غصہ کا شکار رہی ہے یہی وجہ ہے کہ غم و غصہ میری شاعری اور میرے انشائیے کے محرکات رہے ہیں۔ میری شاعری کا محرک غم ہے اور میرے انشائیوں کا محرک غصہ۔ یہی وجہ ہے کہ میرے انشائیوں میں مزاح سے زیادہ طنز کا عنصر نمایاں ہے۔“

اب یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن ناقدین اور دانش ورولنے نظیر صدیقی کے لہجے، اسلوب پر نکتہ چینی کی اور ان کے لہجے میں غصہ، تیکھا پن، طنزیہ انداز۔ بے ساختگی، محرومیوں کا سایہ اور انشائیے میں مضمون کا سانداز ہونے کی شکایت کی۔ رشید احمد صدیقی کا اسلوب بیان اور ان کی طرزِ نگارش نظیر صدیقی کے یہاں نظر آتے ہیں۔ وہ اس بات کو فراموش نہیں کر سکے کہ ادب کی تاریخ میں امر ہونے کے لیے اپنا سکہ، اپنا ایک الگ اسلوب بیان، انداز فکر ہونا اشد ضرورت ہے۔ وہ رشید احمد صدیقی کے ہم عصر بھی تھے اور ان کی تحریروں سے متاثر بھی تھے۔ ان کی تحریروں میں دل آویزی اور توجہ کا مرکز ہمیشہ بنی رہیں۔ ان سب کے باوجود ان کے

انشائیے اعلیٰ ادبی ذوق اور ذہن و نظر کی کشادگی کا پتہ دیتی ہیں اور قابل قدر نگاہوں سے پڑھے اور سنے گئے اور قاری کے پسندیدہ موضوع بنے۔

احسان اکبر لکھتے ہیں کہ

نظیر صدیقی بلاشبہ ایک ہمہ جہت ادبی شخصیت تھے۔ انشائیہ نگاری میں ان کا ایک خصوصی اسلوب تھا۔

جس کے مطابق انشائیہ طنز و مزاح پر محیط ہو سکتی ہے اور علم و دانش پر بھی ”شہرت کی خاطر“ کے انشائیے اسی مزاح کے آئینہ دار تھے) ”نظیر صدیقی فنی جہات۔ حرف تازہ ص (۸۳)

اگر مجموعی طور پر نظیر صدیقی کے انشائیوں کے تحریروں کا تجزیاتی مطالعہ کریں تو اس میں انکے گرد و پیش کا گہرا مشاہدہ موجود ہے جو ان کی ادبی تخلیقات کا ایک عمدہ نمونہ کہہ سکتے ہیں۔ اس میں ان کے مجموعے ”شہرت کی خاطر“ شامل ہیں۔ سماجی مسائل پر گہری نظر رکھنا اور زندگی کے نشیب و فراز کو خوبصورت پیرائے میں ڈھال کر لوگوں کے سامنے پیش کرنے پر دسترس حاصل تھا۔ اس میں محاورے، ضرب المثل، کہاوتیں، تشبیہ وغیرہ کا استعمال خوبصورت پیرائے میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جو ان کے تخلیقی صلاحیت اور جملے سازی کی عمدہ مثال ہیں۔ انہوں نے مناسب الفاظ کا برمحل استعمال کیا۔ ہر غیر معمولی موضوعات کو اپنے قلم کی سیاہی میں ڈبویا اور ان میں سے انشائیہ کی جھلک رمت پیدا کرنے کی کوشش کی تاکہ ان میں انشائیہ سا انداز آجائے۔ جب کہ نظیر صدیقی کے انشائیوں میں قوس و قذا کے سارے رنگ نظر آتے ہیں۔ جب کسی فن پارے کو موضوع کا جامہ پہناتے ہیں۔ تو وہ تیار شدہ نہیں ہوتے، اس پر چند سطریں با ضابطہ طور پر خامہ فرسائی کرتے ہیں تو کہیں نا کہیں اتنا چڑھاؤ آہی جاتا ہے۔ کبھی اس کی نظر اس سطح کامل تک مشاہدہ نہیں کر پاتی جس کا وہ متقاضی کرتی ہے تو اس سے قطع نظر وہ ادیب اپنے مقصد اصلی میں ناکام ہو گیا کامیابی سے دور چلا گیا۔ حالانکہ انہوں نے پوری دیانت داری سے انشائیہ لکھا ہے۔ اسی طرح ہر ادیب کو اپنے موضوع کے تین خلوص اور دیانت دار ہونے کی اشد ضرورت ہے۔ نظیر صدیقی نے ان تمام اصول و ضوابط کا خیال رکھتے ہوئے اپنے انشائیے کو ایک نیا طرز عطا کیا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ نظیر صدیقی کے انشائیے افسانے سے مشابہ ہیں یا طنزیہ خاکوں کا رنگ نظر آتا ہے لیکن میں اسے انشائیہ کہنے پر مصر ہوں، خصوصاً اس لیے کہ اگرچہ وہ مختصر افسانے کے مشابہ ہے پھر بھی اس میں مختصر افسانے کا کوئی بنیادی جزو موجود نہیں، نہ تو اس میں پلاٹ ہے اور نہ ہی کردار نگاری۔ اگرچہ یہ تحریریں انشائیہ نہیں پھر بھی ان میں انشائیوں کا لطف ضرور ہے اور وہ انشائیہ سے قریب تر ہوتے ہیں۔ پس یہ کہ اس میں انہوں نے اپنی زندگی کے ذاتی مسائل کو انشائیہ کی شکل میں بیان کر دیا لیکن پھر بھی انہوں نے انشائیے کے باب میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ ان کی ادبی زندگی، ادبی تحریریں اور ادبی تصورات لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہیں گے۔ بعض اختلافات کے باوجود ادبی تشخص قائم رہے گا۔ آج بھی اپنے معاصرین میں انفرادی، برتر اور ممیز مقام رکھتے ہیں۔

انہوں نے انشائیہ نگاری کو بلندی پر لے جانے کی حد درجہ کوشش کیں۔ ان کے انشائیے لائق ستائش ہیں اور قاری کو پڑھنے کی رغبت پیدا کرتے ہیں۔ بغرض نظیر صدیقی کی تحریریں اور اسلوب کی سہل نگاری انشائیہ نگاری میں ایک نئی طرز، نئی جدت، نیا رنگ و آہنگ پیدا کرتے ہیں۔ ان کے انشائیوں کی تعریف و توصیف رشید احمد صدیقی نے اپنے خطوط کے ذریعے کی ہے۔

مجموعی طور پر نظیر صدیقی کے انشائیوں کا مجموعہ شہرت کی خاطر کا مطالعہ گہرائی سے کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ان کے انشائیوں میں مذہبی و فکری خیالات موجزن ہیں اور انہوں نے اپنی تخلیقی صلاحیت، وجدانی کیفیت کو بروئے کار لا کر اپنی زندگی کی ناہمواریوں، اداسیوں اور غموں کا سہارا لے کر اسودگی اور روحانی تسکین کے لیے انشائیہ تحریر کیا، جس سے ان کے انشائیوں میں طنز کا عنصر نمایاں ہے وہ سماجی اور اخلاقی زنجیروں کے بندھنوں کو توڑ کر آزاد پسندی، صاف گوئی، جدت اور فنی شناخت حاصل کرنے کی کوشش میں سرگراں نظر آتے ہیں۔ وہ انشائیوں کے زاویے بدل کر صرف ہنسی مذاق، دل بستگی، طنز و مزاح کے علاوہ کچھ نیا کرنے کی حتی الامکان جدوجہد کرتے نظر آتے ہیں جس سے انشائیہ قاری کے لیے نیا پہلو، روشن خیالی اور شگفتگی سے لبریز ہو اور اس کے اندر چھپے ہوئے دل آویز پہلوؤں کو شعوری طور پر روشناس کرائے۔ انہوں نے ایک اچھے انشائیہ نگار کی خصلتوں اور اس کے ذوق ادب کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ وہ وسیع النظر ہو، دور اندیشی کے ساتھ لفظی و معنوی ہم آہنگی اس کے انشائیوں میں جھلکے۔ ان کے انشائیوں میں شہرت کی خاطر سب سے عمدہ اور دلکش پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے جس میں فنی امتزاج کا پہلو نمایاں ہے۔

#### حوالہ جات

- ۱۔ شہرت کی خاطر: نظیر صدیقی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔ ۱۹۸۱
- ۲۔ انشائیہ کے خدوخال: وزیر آغا۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامع مسجد، دہلی۔ ۲۰۱۲
- ۳۔ نذر نذیر: جاوید وارثی، محمد محسن، خرم پرنٹنگ پریس، کراچی۔ ۱۹۹۸
- ۴۔ حرف تازہ: فرحت پروین، احمد زین الدین، ذکی پرنٹرس، کراچی۔ ۲۰۰۵

\*\*\*